ڈاکٹر شازیہ رزاق
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر نائلہ انجم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

سرسید احمد خان بطور فلسفی

Dr. Shazia Razzaq
Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.
Dr. Naila Anjum
Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.

Sir Syed Ahmed Khan as Philosopher

Sir Syed Ahmed Khan is considered as an important personality among reformers known in Urdu literature and history of Pakistan. He played a major role in enhancing /promoting academic, political, social and literary capacity of Muslims of subcontinent. All his services in the aforementioned sectors were based on principles and ideology consequence of a specific philosophic mental approach. It has been intended in my present article to establish that Sir Syed was also a philosopher .The other aspects of his personality superseded his recognition as a philosopher, but it did not effect his prominence as a philosopher .Sir syed followed the philosophical thoughts of Imam Ghazali to the effect that philosophy is not separate from religion and rather religion is the nucleus of philosophy .Sir syed's approach was as such that Islam is not different from nature .He was a preacher of human progress on the basis of the said philosophical mind.

Keywords: *Personality, Reformers, Literature and History, Promoting, Philosophic.*

سرسید احمد خان کی شخصیت ہمہ جہت ہے ان میں ایک ہندوستان، ماہر تعلیم، صحافی، تاریخ دان، محقق اور ریفارمر کو مستعد و متحرک دیکھا جا سکتا ہے ان کی شخصیت کی تمام جہتیں ایک ایسی خوبی کی نشاندہی کرتی ہے جس کی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جانب زیادہ توجہ نہیں دی گئی یا اس پر سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھ جانے کا رجحان سامنے آیا یوں کہ لیجیے کہ سرسید احمد خان کی شخصیت کے دیگر پہلو اس خوبی پر غالب آ گئے ہیں جبکہ وہ اسی خوبی کا ثمر ہیں۔

سرسید احمد خان ایک فلسفی متکلم ہیں ان کے نظریات و تصورات کے پیچھے ایک فلسفی، تحقیق و جستجو کے جذبے سے سرشار، حقائق کو منکشف کرتا اور مسائل کی گھتیاں سلجھاتا نظر آتا ہے۔

فلسفہ کیا ہے۔؟ اس کے لغوی معنی اشتیاق علم، محبت دانش یا تلاش صداقت کے ہیں۔ (۱)

مختلف زمانوں میں مختلف فلسفیوں نے اس کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ان کے مطابق کبھی اسے اشیا کی فطری ماہیئت کے لازمی و ابدی علم کا نام دیا گیا، اسے علم و آگہی کا علم کہا گیا، اس نے انتقاد علم کا درجہ بھی پایا اسے تمام حکیماتی علم کا مجموعہ کیا گیا فلسفے کو صداقتوں سے محبت اور علم کی مکمل تجسیم اور اس تجسیم میں شامل تمام تر صداقتوں، زوال اور ان ہی صداقتوں کا وسیع تر نظام کہا گیا، اسے علم کے عقلی احاطہ اور اسی کے مابعد الطبیاتی عقائد کا نام دیا گیا یہاں تک کہ اسے اشیا کی آفاقی توضیح کی کوشش اور فطرت کے ایک جامع تناظر کی جستجو کہا گیا۔ (۲)

غرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقائق کا تمام سرچشموں اور انسانوں کے تجرباتی شواہد میں سے کوئی بھی ایسی شے باقی نہیں رہتی جس کا مطالعہ فلسفے کی وسعتوں سے باہر ہو اس کے ذریعے مظاہر، اقدار، حقائق اور عدمیت کا احاطہ کیا جاتا ہے فلسفہ انسان، کائنات اور خدا کی مثلث سے جڑا ہے مختلف سوالات اور نظریات انہی تین زاویوں کے گرد گھومتے ہیں بڑے بڑے فلسفی انسان کائنات اور خدا کے حقائق کا سراغ لگاتے نظر آتے ہیں جن کے اثرات انسانی زندگی پر بھی رونما ہوتے ہیں۔

اردو ادب کی روایت خواہ نثر سے وابستہ ہو یا شاعری سے ہمیں فلسفیانہ و حکیمانہ افکار سے معمور نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم کبھی میر کے ہاں اس کا سراغ لگاتے ہیں کبھی غالبؔ کے فلسفے سے متاثر ہوتے ہیں اور کبھی علامہ اقبال جیسے فلسفی شاعر کے نظریات کا احاطہ کرتے ہیں دراصل انسانوں کی زندگی کا زاویہ خدا اور کائنات کے دونوں زاویوں سے مربوط و منسلک ہے اس لیے اس مثلث کو توڑا نہیں جا سکتا، اسی لیئے ہر ادیب کے ہاں ہمیں کم و بیش ایسے خیالات اور تصورات مل جاتے ہیں جن کی جڑیں فلسفے سے پیوست ہوتی ہیں۔

سرسید احمد خان کو بھی ایک فلسفی کی حیثیت سے دیکھا جا سکتا ہے انھوں نے اپنے نظریے کی بنیاد، خواہ وہ تعلیمی ہو یا سیاسی، معاشی ہو معاشرتی، صحافتی ہو یا تربیتی، ادبی ہو یا تاریخی اس فلسفے پر رکھی ہے جسے سرسید احمد خان کی زندگی کا فلسفہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ سرسید احمد خان انسان کے وجود کی اہمیت کے قائل ہیں اسی لیئے اس کے وجود سے

جڑی ہر شے، ہر تصور اور ہر عمل میں وہ نکھار اور ترقی کے خواہش مند نظر آتے ہیں اس نکھار، خوبصورتی اور ترقی کو وہ تہذیب کا نام دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کسی بھی شعبہ زندگی میں ترقی کی بنیاد یہی تہذیب ہے۔

وہ انسانی زندگی میں "اچھے" یا "برے" اور "پسند" جسے وہ (ٹیسٹ Taste) کہتے ہیں بہت اہمیت دیتے ہیں، ان کے نزدیک انہی کو ہم تہذیب کی جڑ کہہ سکتے ہیں ور یہی تہذیب سویلائزیشن Civilization کہلاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"انسان میں یہ ایک فطری بات ہے کہ وہ اپنے خیال کے موافق کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور کسی کو ناپسند یا یوں کہو کہ کسی چیز کو اچھا ٹہراتا ہے اور کسی چیز کو برا اس کی طبیعت اس طرف مائل ہے کہ اس بری چیز کی حالت کو ایسی حالت میں تبدیل کر لے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے یہی چیز سویلائزیشن کی جڑ ہے۔۔۔۔۔"[۳]

سرسید احمد خان نے انسان میں موجود اس "قوت ممیزہ" کو محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع قرار دیا ہے تا کہ یہ قوت انسان کو دھوکہ نہ دے سکے اور ہماری ترقی کا باعث بنے۔ ان کا ماننا ہے کہ انسانی ترقی یا تہذیب کی بابت جو کچھ آپ ﷺ رماتے ہیں وہ حد یا انتہا اس ترقی و تہذیب کی ہے اسی لیے وہ خاتم ہیں۔

ان کا تحریر کردہ مضمون "الاسلام ہو الفطرت والفطرت ھی الاسلام" ان کے مذہبی عقائد کا عکاس ہے اس میں ایک جگہ کہتے ہیں:

"موجودات کی صنعت اس کے صانع پر دلالت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم صنایع کا ہوتا ہے اسی قدر صانع کی معرفت کامل ہو جاتی ہے"[۴]

گویا سرسید احمد خان حیات انسانی اور کائنات کے مطالعے، مشاہدے اور تجربے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے حقائق و اکتسابات کے دائرے کا مرکز اللہ کی ذات پاک کو قرار دیتے ہیں۔ انسان کے وجود اور کائنات کے بارے میں ان کا فلسفہ جس بنیاد پر کھڑا نظر آتا ہے وہ مذہب ہے اس لیے ان کے فلسفیانہ افکار مذہب سے الگ نہیں بلکہ اسی بنیاد پر تعمیر ہونے والی ایک وسیع و عریض عمارت ہے۔ اپنے ایک مضمون "کانشس" میں وہ ہنری طامس بکل کی رائے لکھتے ہیں:

"کانشس یعنی وہ قوت ممیزہ جو خدا نے ہر ایک انسان کے دل میں پیدا کی ہے اور جو نیک اور بد کاموں میں تمیز کرتی ہے انسان کے لیے سچی ہادی اور اصل پیغمبر ہے"۔[۵]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لیکن سر سید اس پر مدلل بحث کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ مذہب اسلام خاص طور پر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اسے وقت کا راہنما بنانے کے قابل کر سکتی ہے وہ مذہب اسلام کو فطرت سے جوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذہب اسلام میں جن چیزوں کو اچھا یا برا بتایا گیا ہے وہ وہی ہیں جو فطرت کی رو سے اچھی یا بری ہیں لہذا اچھی چیزوں کو حاصل کرنا اور بری چیزوں سے بچنا انسان کی زندگی کا منشور ہے۔

انسان کے وجود اور کائنات کے حوالے سے ان کا یہ تصور بنیادی اہمیت کا حامل ہے گویا انسان اپنے بل پر جب کائنات پر غور و فکر کرتا ہے اور اشیاء کے حقائق کو پہچان کر اتباع رسولؐ کے ذریعے جن چیزوں کو اختیار کرتا اور اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے وہ اسے ترقی و تہذیب کی منزلوں تک لے جاتی ہیں۔ بظاہر یہ تصور صرف مسلمانوں کی زندگی تک محدود نظر آتا ہے اس میں دیگر فلسفیوں کے تصورات کی مانند آفاقیت نظر نہیں آتی لیکن درحقیقت سر سید احمد خان کا یہ تصور مذہب اسلام کی طرح تمام انسانیت کے لیے ہے کیونکہ خود سر سید احمد خان نے اپنے ایک مضمون میں "وحدت فی الذات" وحدت فی الصفات اور وحدت فی العبادات" کی حقیقت بیان کر کے وحدت و ایمان زات باری اور ختم تعلیم وحدت باری کا اقرار کیا ہے[۶] فلسفہ و مذہب کے حوالے سے سر سید احمد خان امام غزالیؒ کے فلسفے سے متاثر نظر آتے ہیں، جہاں اختلاف رکھتے ہیں وہاں مدلل بحث کرتے ہیں ان کے مضامین امام غزالی کے فلسفیانہ نظریات کی تشریح و توضیح پر مبنی ہیں اور کئی تحریریں ان کے مضامین سے اخذ و انتخاب ہیں مثلاً:

> "روح اور اس کی حقیقت"، ملائکہ جن اور شیاطین کی حقیقت"، "امام غزالی کے واردات قلبی"، "امام غزالی اور فلسفی حضرات"، "امام غزالی کے خیالات صراط اور میزان کے بارے میں"، "معرفت ذات اللہ کے بارے میں امام غزالی کے خیالات"، "لوح محفوظ اور قلم کے بارے میں امام غزالی کے خیالات"، " التفرقہ بین الاسلام والذندقہ پر ایک نظر" وغیرہ۔[۷]

امام غزالی کے فلسفیانہ نظریات کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ خود سر سید احمد خاں کے یہاں "روح اور اس کا وجود علیحدہ مادہ سے"، "نقل اور عقل میں مخالفت"، "ذاتہ وصفاتہ تعالیٰ شانہ"، "ھو الموجود"، "ھل شاء اللہ" جیسی تحریریں ملتی ہیں [۸]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فلسفے سے ان کی دلچسپی ہی تھی جس نے "جان فسک" کے ایک مضمون سے ماخوذ "بھولا بھالا دین دار اور پکا فلاسفر" جیسی تحریر لکھنے پر راغب کیا جان فسک کے مضمون کا ترجمہ سر سید احمد خان نے مولوی ذکا اللہ کے فرزند عنایت اللہ سے کروایا تھا۹ اِس تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں:

"ہم کو تو ان مسلمانوں پر بڑا تعجب آتا ہے جو اپنے تیئں مسلمان کہتے ہیں مگر اسلام اور قرآن پر ایسا بودا یقین رکھتے ہیں کہ فلسفے اور نیچرل سائنس کے محققہ مسائل سے ڈرتے ہیں کہ کہیں اسلام نہ جاتا رہے اور قرآن الٹ نہ جاوے بلکہ ہمارا تو ان کے بر خلاف یہ یقین ہے کہ جس قدر نیچرل سائنس اور فلسفے کو ترقی ہوتی جاوے گی اسی قدر خدا کے وجود اور اس کی عظمت اور قرآن مجید کی صداقت پر زیادہ یقین ہوتا جاوے گا بشرطیکہ جو چیز انہوں نے اندھیرے میں ٹٹولی تھی اب اس کو اجالے میں لا کر دیکھیں"۔ (۱۰)

اپنے ایک مضمون سویلائزیشن یعنی شائستگی اور تہذیب" میں وہ قوموں کی شائستگی و تہذیب کے ذرائع اور مذہب خاص طور پر اسلام کے اثرات کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسلام کسی طور شائستگی کے منافی نہیں"۔ (۱۱)

ان کے فلسفیانہ نظریات سے مذہب کو کسی طور الگ نہیں کیا جا سکتا ان کے درج ذیل مضامین اس کی دلیل ہیں:

انسان کی پیدائش "قرآن کی رو سے" دنیا کب بنی اور کتنی مدت میں اور مذہب اسلام سے اس کی مطابقت"، "ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت پر انسان کی ترقی"، "علوم طبیعیہ کی تحقیقات جدید"، مذہب انسان کا امر طبیعی ہے" (۱۲)

"انسان کی پیدائش قرآن کی رو سے" میں وہ قرآن کی آیات اور عقلی دلائل کے ساتھ ڈارون کے اس نظریے کو جھٹلاتے ہیں کہ انسان بندر کی ارتقا کی صورت ہے "ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت پر انسان کی ترقی" میں وہ انسان کے ذہنی و جسمانی افعال و اعمال کے ارتقا کو انقلاب کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم "اس کی بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ پہلی قسم کا بندر اور اس کی نسل رفتہ رفتہ ایک صحتمند زمانے میں دوسری قسم کی ہو گئی اور اسی طرح دوسری قسم تیسری قسم کی اور اخیر قسم کا جو بندر تھا رفتہ رفتہ ترقی پا کر ایک صحتمند زمانے میں انسان یا آدم بن گیا"۔ (۱۳)

"علوم طبیعہ کی تحقیقات جدید" میں وہ بتاتے ہیں کہ:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"ھم نے متعدد جگہ اپنی تحقیقات میں دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ انسان میں سوائے اس کے ب مادے کے روح ہے اور وہ کاسب و مکتسب ہے اور بعد ممات قائم رہتی ہے اور افعال انسانی سے جو اثر اس نے اکتساب کیا ہے اس سے متاثر ہوتی ہے" لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ تحقیقات علوم طبیعیہ اور دلائل عقلیہ کا نتیجہ اگر متحد ہو جاوے تو نہایت عمدہ بات ہے مگر دلائل ثبوت وبقائے روح کا ثبوت جو اعمال مشاہدہ سے متعلق ہے وہ قابل تسلی نہیں ہے"۔(۱۴)

"مذہب انسان کا امر طبعی ہے" میں وہ درجہ ذیل نکات پیش کرتے ہیں:

انسان کو کسی معبود یا اعلیٰ قوت کا خیال پیدا ہونا، معبود قرار دینے میں اختلاف کا ہونا، یعنی مختلف چیزوں کو معبود یعنی وہ قوت اعلیٰ سمجھنا یا اس قوت اعلیٰ کا اس میں ظہور تصور کرنا، اس معبود کی پرستش یعنی رضامند رکھنے اور ناراضی کے خوف سے بچنے کا خیال پیدا ہونا، محسوس شئ کے ذریعے سے اس خیالی قوت اعلیٰ کی پرستش کرنا جس کو معبود قرار دیا ہے، تمام انسانوں میں پرستش کے اصول کا متحد ہونا گو کہ اس کے طریقے مختلف ہوں، انسانی گروہ میں ایسے شخص کا پیدا ہونا جو پیغمبر یا رسول یا رفارمر یا مصلح کہلاتا ہے، تمام دنیا کے بادیوں یعنی پیغمبروں کا ایک ہی مذہب یعنی توحید ذات باری کا ہونا۔ آخر میں کہتے ہیں جو لوگ پیغمبروں کی راہ پر ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے دنیا کے ہادیوں نے توحید کا جو پیام دیا اس میں خاتم النبین نے اس توحید کی تکمیل کر دی اور بتادیا کہ ذات وصفات وعبادت تینوں کی توحید سے توحید کامل ہوتی ہے"۔(۱۵)

عالم غیب کے حوالے سے سرسید احمد خان علمائے اسلام و صوفیاء کرام کے بیان کردہ عالم غیب کے حالات وواقعات کی تفصیل پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"اب تک تو ہم یہی جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے یا سمجھتے یا جانتے یا دیکھتے ہیں وہ انہی کے خیالات ہیں جن کو خود ان کے متخیلہ نے پیدا کیا ہے"۔(۱۶)

ان کا یہ کہنا کسی طور مذہب کے منافی نہیں بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لکیر کے فقیر نہیں بلکہ عقل سے کام لیتے ہیں اور ہر چے کی حقیقت ملک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں وہ فلاسفر طبعیین اور فلاسفر الہیین کو ایک

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دوسرے سے جدا کرتے ہیں کیونکہ فلاسفر طبعیتیں نیچر ہی کو خالق کائنات جانتے ہیں مگر فلاسفر الہیین یقین کرتے ہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا ہی واحد ازلی وابدی ہے۔

انھوں نے کہا ہے کہ تمام مخلوقات کیا انسان اور کیا حیوان وغیرہ کو اپنی مشیت سے اللہ نے ایک فطرت پر پیدا کیا ہے اس فطرت کے مطابق ان سے افعال صادر ہوتے ہیں یہ افعال اختیاری ہوں یا اضطراری دونوں مشیت الہٰی سے ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں ایک کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری اسی کے کرنے سے روکتی ہے۔ انسان ان تمام قویٰ کو جو اس میں ودیعت رکھے گئے ہیں اپنی فطرت کی حد تک انھیں کام میں لانے کا اختیار رکھتا ہے اسی اختیار کے سبب انسان مکلف ہے موجودات عالم کے حالات و افعال کا علم ماکان و مایکون بالفعل اس علۃ العلل (اللہ) کو حاصل ہے جس نے اس عالم کو بنایا، یا پیدا کیا ہے تمام حالات جو موجوودات عالم پر گزرتے ہیں اور عام افعال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں خود وہ علۃ العلل بسبب علۃ العلل ہونے کے تمام وسائط کو درمیان سے حذف کر کے کہ سکتی ہے کہ "ان فعلت کذا و کذا" جیسے کہ کہا ہے "مارمیت ازمارمیت و لکن اللہ رمیٰ"

اسی طرح انسان بھی اپنے تمام افعال کو اس علۃ العلل کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اس لیے کہ وہ ان قوتوں کا خالق ہے جس سے وہ افعال ظاہر ہوئے۔ امورات شرعیہ کو بجالانے میں قوت فعل کو کام میں لانا اور منہیات شرعیہ سے بچنے میں قوت ترک فعل کو کام میں لانا اس علۃ العلل کی مرضی کے موافق ہے اور باعث درجات۔ برخلاف اس کے یعنی منہیات شرعیہ جس قوت فعل کو کام میں لانا اور قوت ترک فعل کو کام میں نہ لانا اس علۃ العلل کی مرضی کے موافق نہیں ہے اور باعث درکات۔

ان کا کہنا ہے کہ خدا نے اپنی حکمت کاملہ سے انسان کو ایک حد تک ذی اختیار پیدا کیا ہے اور اسی حد اختیار میں جو افعال وہ کرتا ہے اسی کا وہ ذمہ دار اور جواب دہ ہے، خدا اس بندے کی طرف منسوب کرے یا علۃ العلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کرے۔ (١٧)

سرسید احمد خان چونکہ فلسفے کے حوالے سے امام غزالی کے تصورات سے متاثر ہیں اور امام غزالی نے فلسفے کو انسانیت کے تابع رکھا بلکہ ان تک اسلامی البینات کی ترقی درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اے اس حوالے سے بھی سرسید کے ہاں فلسفہ، اسلام کے تابع نظر آتا ہے۔ اسی سے ان کے دیگر نظریات و تصورات کے چشمے پھوٹتے ہیں چونکہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فلسفہ امر العلوم ہے اس لیے سر سید احمد خان نے امد عی علم اور تعلیم انسان ی زند گی میں بنیادی اھمیت اختیار کر تے ہیں وہ ایک جگہ کہتے ہیں:

"وہ کیا چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے عقل بھی صرف آلہ ہے تو خیال میں آیا کہ وہ چیز علم ہے جس کے معنی دانش ہیں تب میں سمجھا مجھکو اور جانوروں سے زیادہ جو کچھ کرنا ہے وہ صرف تمام باتوں کی اصلیت دریافت کرنا ہے"۔(۱۸)

علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر انھوں نے خاص طور پر مسلمانوں کی تعلیمی ترقی و اصلاح کا بیڑا اٹھایا ان کے نزدیک تعلیم وہ آلہ کار ہے جس کے ذریعے دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے بڑی بڑی قوموں انقلابات آجاتے ترقی و ترفع کی منازل طے کرنے لگتی ہیں۔ وہ انسان کی روح کی تراش خراش کا ذریعہ تعلیم کو گردانتے ہیں جس سے اس کا جوہر بھر کر سامنے آتا ہے کہتے ہیں:

"انسان کی روح بغیر تعلیم کے چنکبرے سنگ مرمر کے پہاڑ کی مانند ہے کہ جب تک سنگ تراش اس میں ہاتھ نہیں لگاتا اس کا دھندلا اور کھردرا پن دور نہیں کرتا اس کو خراش تراش کر سڈول نہیں بناتا اس کو پالش اور جلد سے آراستہ نہیں کرتا اس وقت تک اس کے جواہر اسی میں چھپے رہتے ہیں اور اس کے خوش نما نقش اور دلربا نگین اور خوبصورت بیل بوٹے ظاہر نہیں ہوتے۔ یہی حال انسان کی روح کا ہے۔"(۱۹)

روح کی یہی تراش خراش سر سید احمد خان کے تصور تعلیم کا جوہر ہے صرف تعلیم ہی نہیں انھوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ انسان کی تربیت کو بھی لازم قرار دیا کیونکہ تربیت کے بغیر تعلیم کا عمل ادھورا رہتا ہے وہ تعلیم اور تربیت کو دو الگ الگ خانوں میں رکھ کر دیکھتے ہیں اور ہر ایک ہی اہمیت مسلمہ ہے ان کا رشتہ چولی دامن کا ہے جو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزم ہیں تعلیم اور تربیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"جو قوتیں کے خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہیں ان کو تحریک دینا اور شگفتہ و شاداب کرنا انسان کی تعلیم ہے اور اس کو کسی بات کا مخزن و مجمع بنانا اس کی تربیت ہے"(۲۰)

مذہب اسلام، تعلیم و تربیت سے آگئے بڑھتے ہوئے وہ انسانوں کے وجود کے دائرے کو پھیلا کر معاشرے اور پوری انسانیت تک لے جاتے ہیں جہاں تہذیب و سماج، سیاست و صحافت اور معاش و معاشرت کے حوالے سے اپنے وقتیع نظریات پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں اس کا علمی اظہار، "کبھی تہذیب الاخلاق کی صورت

ہوتا ہے کبھی سائنٹفک سوسائٹی کے روپ میں سامنے آتا ہے کبھی کمیٹی خواستگاران ترقی تعلیم مسلمانی وجود میں آتی ہے اور کبھی تاریخ سرکشی بجنور، رسالہ اسباب بغاوت ہند تحریر ہوتے ہیں۔ کہیں علی گڑھ کالج کی بنیاد پڑتی ہے اور کہیں خطبات احمدیہ اور دیگر تصانیف منظر عام پر آتی ہیں اس تگ ودو کے پیچھے ایک فلسفی کا ذہن کار فرما نظر آتا ہے یہ وہ فلسفی ہے جو مخصوص حقائق کے نظریاتی بیانات تک محدود نہیں رہتا بلکہ عملی طور پر میدان میں اترتا ہے اور بازی مار لے جاتا ہے۔

سرسید احمد خان مختلف علماء اور فلسفیوں کے نظریات و تصورات کا نہ صرف تقابل و موازنہ کرتے ہیں بلکہ جہاں انھیں اختلاف فکر و نظر محسوس ہو وہاں مدلل بحث کے بعد اپنی وقیع رائے بھی پیش کرتے ہیں۔ "العلم حجاب اکبر" میں وہ امام غزالیؒ، علامہ شریف مرتضیٰ علمی الہدیٰ، علامہ ابن تیمیہ اور ابن رشد کے تصورات کا تقابل و موازنہ کرتے نظر آتے ہیں اور آخر میں درج کرتے ہیں:

> "ہمارے زمانے کے علما و فضلا کا فرض ہے کہ علم طبیعیات سے اول آگہی بہم پہنچاویں اور قرآن مجید کی خدمت کریں جو بلاشبہ سچ ہے اور اسی کا کلام ہے جو خالق کائنات ہے اور مقولہ باطل العلم حجاب اکبر کو مٹا کر مقولہ العلم کشاف العظار کو ثابت کریں"۔(۲۱)

سرسید احمد خان نے بھی ایسے فلسفی کا روپ لیا جو محض مابعد الطبیعاتی عناصر اور دیگر حقائق پر نظریاتی بحث نہیں کرتا بلکہ علمی سطح پر نہ صرف اس کی تحقیق و جستجو میں فعال نظر آتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ وادب اردو" میں لکھتے ہیں:

> "سرسید کوئی فلسفی نہ تھے اور نہ انھوں نے کوئی مربوط نظریہ اخلاق انسان پیش کیا۔ انھیں اس طرح اخلاقی مفکر کہا جا سکتا ہے جیسے انگلستان میں بیکن اور ایڈیسن اور فرانس میں مونتیں اور والٹیئر کہے جاتے ہیں یہ وہ لوگ تھے جو انسان اور اس دنیا میں اس کے مقام اور کام کا ایک واضح تصور رکھتے تھے"۔(۲۲)

مجھے ڈاکٹر صاحب کی اس رائے کے ابتدائی حصے سے اختلاف ہے کہ سرسید فلسفی نہ تھے اور انھوں نے کوئی مربوط نظریہ اخلاق و انسان پیش نہیں کیا حیران کن بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے خود سرسید احمد خان کے تصور اخلاق و انسان پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"سرسید جیسا کہ میں نے کہا فلسفے یا مذہب کے نہیں بلکہ نئے انداز فکر و نظر (آوٹ لک) کے بانی ہیں"۔[۲۳]

یہ نیا انداز فکر جس کا ثمر ہے وہ سرسید احمد خان کی فلسفیانہ فکر ہی ہے ڈاکٹر صاحب نے خود لکھا ہے کہ:

"سرسید کے ہاں ہمیں بیکن اور ہوکر دونوں کے رنگ بیک وقت ملتے ہیں"۔[۲۴]

بیکن نے مذہب کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا اور ہوکر کا دائرہ کار مذہب سے جڑ کر رہ گیا تھا سرسید احمد خان ان دونوں انتہاوں سے آگئے بڑھ کر ایک متوازن فلسفیانہ فکر کے حامل دکھائی دیتے ہیں انھوں نے ایک مربوط نظریہ اخلاق وانسان پیش کیا ہے اور جس فلسفہ زندگی کو اپنایا اسے تمام عملی و نظری کاوشوں کا مرکز و محور بنایا اس پر تفصیلی اظہار گذشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔

مجھے ڈاکٹر صاحب کی اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کہ:

"۔۔۔۔وہ مالعبد الطیعباتی امور کی طرف رخ نہیں کرتے اور اس حد تک فلسفہ یا مذہب کو اپنا تے ہیں جہاں تک وہ ان کی علمی ضروریات میں کام آسکے"۔[۲۵]

دراصل سرسید احمد خان نے فلسفے کی بنیاد مذہب کو بنایا اور دونوں کے ملاپ سے زندگی کے متوازن لائحہ عمل کو رائج کیا۔ انھوں نے اسے محض علمی ضرورتوں کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ تاریخی، مذہبی، سیاسی، تعلیمی، تربیتی، علمی، تحقیقی، صحافتی غرض ہر شعبہ زندگی میں اس کے تحت مثبت تبدیلیاں لانے اور ترقی کی راہیں ہموار کرنے کی جدو جہد کی انھوں نے محض انسان کے وجود کو نہیں بلکہ پوری قوم، پوری انسانیت کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کئے۔ مولوی عبدالحق کا کہنا ہے:

"فرہاد کو شیریں اور نل کو دمن سے اتنا عشق نہ ہو گا جتنا انھیں اپنی قوم سے تھا سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے یہی ان کا ورد تھا وہ بلا مبالغہ فنا فی القوم کے درجے کو پہنچ گئے تھے۔۔۔"[۲۶]

سرسید احمد خان کے زمانے کے حالات اور ان کی مصلحانہ کوششوں کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "خدا کا حکم کوئی تحریری نہیں آتا مگر زمانے کے حالات سے پایا جاتا ہے"۔[۲۷]

سرسید احمد خان ایک مصلح، ایک مفکر۔ ایک ماہر تعلیم۔ ایک زیرک صحافی، سیاسی مدبر اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فلسفی بھی تھے ان کا فلسفہ مذہب سے جڑا ہوا ہے جس کے مربوط نظام سے انکار ممکن نہیں تعلیم،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

معاشرت، تہذیب، تاریخ، سیاست، معاش، رسوم و رواج، صحافت غرض انسان و کائنات کے ہر امر و قوع کی تعبیر و تشریح اس کی روشنی میں کی جاسکتی ہے

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ قیصر الاسلام قاضی۔ فلسفے کے بنیادی مسائل۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۲ء، ص۵

۲۔ بحوالہ ایضاً، ص۵-۱۶

۳۔ سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید مرتبہ مولانا اسماعیل پانی پتی۔ جلد ششم۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۰ء، ص۲

۴۔ ایضاً، جلد سوم، ۱۹۷۱ء، ص۱۷

۵۔ مقالات سرسید احمد خان۔ جلد سوم، ص۱

۶۔ ایضاً

۷۔ سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ جلد سوم، ۱۹۶۱ء

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً۔ جلد سوم، ۱۹۶۱ء، ص۲۶۷

۱۰۔ سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ جلد سوم، ۱۹۶۱ء، ص۲۷۵-۲۷۶

۱۱۔ ایضاً۔ جلد چہارم، ۱۹۶۲ء، ص۳۵۲

۱۲۔ مقالات سرسید احمد خان۔ جلد چہارم

۱۳۔ سرسید احمد خان، جلد چہارم

۱۴۔ ایضاً، ص۴۹، ۴۸

۱۵۔ ایضاً، ص۲۷۰، ۲۶۹

۱۶۔ سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ حصہ سوم، ۱۹۶۱ء، ص۱۸۵

۱۷۔ ایضاً، ص۲۰۹ تا ۲۱۰۔ ۲۲۴

۱۸۔ سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ حصہ ہشتم، ۱۹۹۱ء، ص۱۴

۱۹۔ ایضاً، ص۱۲

۲۰۔ ایضاً، ص۱۵

۲۱۔ سر سید احمد خان۔ مقالات سر سید۔ حصہ سوم، ص ۲۵۴

۲۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ تاریخ اور اردو۔ لاہور: مجلس ترقی ادب۔ جلد ۴، ۲۰۱۵ء، ص۸۶۸

۲۳۔ ایضاً، ص ۸۴۲

۲۴۔ ایضاً، ص ۸۴۳

۲۵۔ ایضاً، ص ۸۴۲

۲۶۔ مولوی عبد الحق۔ مطالعہ سر سید احمد خان۔ علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ص۸۷

۲۷۔ بحوالہ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ سر سید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے۔ دلی: انجمن ترقی ہند، ص ۱۹۹۳ء، ص ۳۷